معاشرے کی اخلاقی تربیت میں اسلامی حکومت کے وظائف کا ایک فقہی جائزہ

محمد لطیف مطہری[1]

خلاصہ :

اسلامی تربیت کے مختلف حصے ہیں اور اخلاقی تربیت ان میں سے اہم ترین حصہ ہے جو معاشرے کو اخلاقی فرائض سے آشنا اور اس پر عمل درآمد کرنے کا پابند کرتا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ کیا معاشرے کی اخلاقی تربیت کرنا ممکن ہے ؟اگر ممکن ہو تو معاشرے کی اخلاقی تربیت کا ذمہ دار کون ہے ؟اور اس کا شرعی حکم کیا ہے ؟اس تحقیق میں ہم تجزیاتی اور اجتہادی طریقہ سے آیات اور احادیث پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے معاشرے کی اخلاقی تربیت کے سلسلے میں اسلامی حکومت کے فرائض کو بیان کریں گے۔ مختلف دلائل جیسے آیات، روایات، عقل، سیرت اور قواعد عامہ وغیرہ سے یہ بات ثابت ہوتا ہے کہ معاشرے کی اخلاقی تربیت نہ فقط ممکن ہے بلکہ تمام انبیاء الٰہی نے اس فریضہ پر عمل کیا ہے اور ان کے بعد اسلامی حکومت پر لازم اور واجب ہے کہ وہ بھی معاشرے کی اخلاقی تعلیم و تربیت کے لئے اپنے فرائض انجام دیں۔ اسی طرح وہ تمام امور جو معاشرے میں اخلاقی تعلیم و تربیت کے لئے مقدمہ اور بنیاد کی حثیت رکھتا ہے ان تمام امور کو انجام دینا بھی اسلامی حکومت پر واجب اور لازم ہے۔

کلیدی الفاظ :

اخلاق، معنویت ،تربیت، اسلامی تربیت، اخلاقی تربیت ، اسلامی حکومت۔

---

[1] ۔ گروہ فقہ تربیتی، جامعہ المصطفیٰ العالمیہ، پاکستان

مقدمہ:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔انسان کی خلقت کا مقصد معرفت اور قرب خداوندی حاصل کرنا ہے۔اسلام تعلیم وتربیت پر زیادہ تاکید کرتا ہے اسی لئے خداوند متعال نے انسان کی تربیت کا بندوبست انسان کی تخلیق سے پہلے فراہم کیا اور انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا اور اس کے اندر ایسی صلاحیت رکھی ہے کی کہ جس کے ذریعہ انسان اگر اپنے ضمیر کی طرف توجہ کرے تو اس کا ضمیر اسے رہنمائی کرے۔خداوند متعال نے صرف اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ عملی میدان میں بھی انسان کی تربیت کا سامان فراہم کرتے ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انسان کامل، مربی اور انبیاء بھیجے تاکہ وہ انسان کو اس کی فطرت کے مطابق تربیت کرے۔

قرآن کریم انبیاء الٰہی کی بعثت کے اہداف میں سے ایک انسان کی تعلیم وتربیت کو قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے: (هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْأُمِّیِّنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ یَتْلُواْ عَلَیهِمْ ءَایَاتِهِ وَ یُزَکِّیهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَ الحْکْمَة) (جمعہ،۲)اس خدا نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا ہے جو انہی میں سے تھا تاکہ وہ ان کے سامنے آیات کی تلاوت کرے،ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی کوشش یہی تھی کہ انسان کی اندرونی طاقت واستعداد مثبت پہلوؤں کی طرف گامزن ہو،اور وہ کمال اور سعادت کی بلندیاں طے کرے۔ قرآنِ کریم سورۂ آلِ عمران میں اِس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتاہے: (لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ إِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِی ضَلَالٍ مُبِينٍ)(آل عمران،۱۶۴) ایمان والوں پر اللہ نے بڑا احسان کیا کہ اُن کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اِس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔امام خمینی رہ فرماتے ہیں: خدا کی طرف سے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ہیں وہ سب انسان کی تربیت اور انسان سازی کے لئے آئے ہیں۔اسلامی تربیت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کی تمام ضرورتوں کو مد نظر رکھا گیا ہے خواہ مادی ہوں یا معنوی، جسمانی ہوں یا روحانی۔خداوند متعال نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوزا ہے جن میں سے ایک عظیم نعمت اولاد کی نعمت ہے۔دین اسلام نے اس عظیم نعمت کے حوالے سے والدین کے اوپر کچھ ذمہ دایاں بھی عائد کی ہیں جن میں سے ایک اہم ذمہ داری اولاد کی صحیح تربیت کرنا ہے۔بچے اس ننھے پودے کی مانند ہے جسے ہر قسم کی گرمی اور سردی سے محفوظ رکھ کر ایک تناور درخت کی شکل میں پروان چڑھانا ہوتا ہے۔لہٰذا ضروری ہے کہ والدین اپنے بچوں کی تربیت میں کسی قسم کی بھی کوئی کوتاہی اور لاپرواہی نہ کریں۔بچوں کی اچھی تربیت کے لئے والدین کو خصوصی

توجہ دینی چاہیے تا کہ ایک باکردار، پرہیزگار اور باتقوی فرد معاشرہ کے سپرد کرے۔ اولاد کی تربیت کے بارے میں اسلام نے بہت زیادہ تاکید کی ہے اسی لئے بہت سے علماء اور

دانشوروں نے تعلیم وتربیت کے موضوع پر اپنی کتابوں میں اولاد کی تربیت پر قلم فرسائی کی ہے۔ بچوں کی تربیت کا ایک حصہ ان کی عبادی تربیت کرنا ہے۔

خالق حقیقی کے ساتھ ارتباط پیدا کرنا انسان کی فطری ضروریات میں سے ایک ہے۔ تمام ادیان اپنے حساب سے خاص مناسک اور عبادات بجالاتے ہیں۔ طول تاریخ میں تمام انبیاء نے اپنے پیروکاروں کو عبادات اور مناسک سکھاتے رہے تاکہ وہ خداوند متعال کی بندگی کرسکیں۔ لغت میں عبادت سے مراد ستایش اور پرستش کرنا، خشوع وخضوع کے ساتھ خدا کی بندگی کرنا ہے لیکن اصطلاح میں عبادت سے مراد کسی عمل کو خدا کے حکم پر بجالانے کو کہتے ہیں۔

تربیت کی لغوی واصطلاحی تعریف:

لغت کی کتابوں میں لفظ "تربیت" کے لیے تین اصل اور ریشہ ذکر ہوئے ہیں۔ الف: ربا، یربو زیادہ اور نشوونما پانے کے معنی میں ہے۔ ب: ربی، یربی پروان چڑھنا اور برتری کے معنی میں ہے۔ ج: رب، یرب اصلاح کرنے اور سرپرستی کرنے کے معنی میں ہے۔ (طلال بن علی متی احمد، مادۃ اصول التربیۃ الاسلامیہ، مکہ مکرمہ، جامعہ ام القری، الکلیۃ الجامیہ، ۱۴۳۱، ص۸) صاحب مفردات کا کہنا ہے کہ "رب" مصدری معنٰی کے لحاظ سے کسی چیز کو حد کمال تک پہچانے، پرورش اور پروان چڑھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (معجم مقاییس اللغہ، ص۳۸۷؛ لسان العرب، ج۲، ص۱۴۲۰؛ مجمع البحرین، ج۲، ص۶۳؛ محمد مرتضی حسینی زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، ص۴۵۹و۴۶۰)

صاحب التحقیق کا کہنا ہے اس کا اصل معنٰی کسی چیز کو کمال کی طرف لے جانے، نقائص کو تخلیہ اور تحلیہ کے ذریعے رفع کرنے کے معنٰی میں ہے۔ (حسن مصطفوی، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، ۱۴۳۰، ج۴، ص۲۰) بنابر این اگر اس کا ریشہ (اصل) "ربو" سے ہو تو اضافہ کرنا، رشد، نمو اور موجبات رشد کو فراہم کرنے کے معنٰی میں ہے لیکن اگر "ربب" سے ہو تو نظارت، سرپرستی و رہبری اور کسی چیز کو کمال تک پہنچانے کے لئے پرورش کے معنٰی میں ہے۔

اسلامی علوم اور دینی کتابوں میں تربیت کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں:

۱۔ قصد اورارادہ کے ساتھ کسی دوسرے افراد کی رشد کے بارے میں ہدایت کرنے کو تربیت کہا جاتا ہے۔ (فلسفہ تعلیم و تربیت، ص ۳۲)

۲۔ تعلیم وتربیت سے مراد وہ فعالیت اور کوشش ہے کہ جس میں بعض افراد دوسرے افراد کی راہنمائی اور مدد کرتے ہیں تاکہ وہ بھی مختلف ابعاد میں پیشرفت کرسکے۔ (ایضا، ص ۴۲)

۳۔ تربیت، سعادت مطلوب تک پہنچنے کے لئے انسان کی اندرونی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کا نام ہے تاکہ دوسرے لوگ اپنی استعداد کو ظاہر کرے اور راہ سعادت کا انتخاب کرے۔ (محمد بہشتی، مبانی تربیت از دیدگاہ قرآن، ص ۳۵)

۴۔ ہر انسان کی اندرونی استعداد کو بروئے کارلانے کے لئے زمینہ فراہم کرنا اور اس کے بالقوہ استعداد کو بالفعل میں تبدیل کرنے کے لئے مقدمہ اور زمینہ فراہم کرنے کا نام تربیت ہے۔

۴۔ شہید مطہری لکھتے ہیں: تربیت انسان کی حقیقی صلاحیتوں کو نکھارنے کا نام ہے۔ ایسی صلاحیتیں جو بالقوہ جانداروں (انسان، حیوان، پودوں) میں موجود ہوں انہیں بالفعل پروان چڑھانے کو تربیت کہتے ہیں۔ اس بناء پر تربیت صرف جانداروں سے مختص ہے۔ (مرتضٰی مطہری، تعلیم وتربیت در اسلام، ۱۳۳۷، ص ۴۳)

۵۔ تربیت سے مراد مربی کا متربی کے مختلف جہات میں سے کسی ایک جہت { جیسے جسم، روح، ذہن، اخلاق، عواطف یا رفتار وغیرہ } میں موجود بالقوۃ صلاحیتوں کو تدریجی طور بروئے کار لانا یا متربی میں موجود غلط صفات اور رفتار کی اصلاح کرنا تاکہ وہ کمالات انسانی تک پہنچ سکے۔ (اعرافی علی رضا، سید نقی موسوی، فقہ تربیتی، ص ۱۴۱)

تربیت اخلاقی

اخلاقی تربیت سے مراد: انسان کے اندر اخلاقی صفات کو پیدا کرنے کی کوشش کرنا اور اس میں موجود اچھی اخلاقی خصوصیات کو پروان چڑھانے کے لئے سعی و کوشش کرنا اور غیر اخلاقی خصلتوں، رویوں اور آداب کی اصلاح یا انہیں ختم کرنا ہے۔ (بناری، ہمت علی، تربیت اخلاقی وضرورت نگاہی دوبارہ بر آن، ص ۱۷۸ الی ۱۸۰، ۱۳۸۳)

"اخلاقی تربیت" کا مطلب یہ ہے کہ اچھے اخلاقی رویے کو انجام دینے اور اخلاقی برائیوں سے بچنے کے لیے اچھی اخلاقی خصوصیات (اخلاقی صلاحیتوں کی نشوونما) کو بڑھانے اور قائم کرنے کے لیے انسانی اندرونی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا تاکہ یہ اخلاقی صفات انسان کے اندر ملکہ بن جائیں اور برے صفات کو ختم کرنا اور ان کی اصلاح کرنا ہے۔ (دیلمی، احمد و مسعود آذربایجانی؛ اخلاق اسلامی، ص ۱۹)

حکومت کی تعریف

لغت میں حکومت سے مراد "فیصلہ کرنے اور اصلاح کی خاطر منع اور روکنے کے معنی میں آیا ہے۔(فیروزآبادی، محمد بن یعقوب قاموس المحیط، ج۴، ص۳۹. ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، ج۱، ص ۹۰۰، جوہری، اسماعیل بن حماد، معجم الصحاح، ۲۵۲) اسی طرح حکم مختلف امور کو سنبھالنے کے معنی میں آیا ہے اور حاکم سے مراد وہ شخص ہے جو عوام کے معاملات کو چلانے کا ذمہ دار ہے۔

ابن منظور کے مطابق حکومت سے مراد ظلم کو روکنا ہے اور لفظ حاکم سے مراد وہ شخص ہے جو ظالم کو ظلم سے روک لیں۔(ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، ج ۱، ص ۹۰۰)

سیاسی اصطلاح میں حکومت سے مراد لوگوں پر حکومت کرنا، حکمرانی، معاشرے کی قیادت کرنا اور معاشرے کی بھاگ دوڑ سنبھالنا ہے۔

اسلامی حکومت کی تعریف:

شہید صدر رہ فرماتے ہیں: اسلامی ریاست میں حکومت اسلامی سے مراد اسلامی شریعت کے قانون کے مطابق امت کے امور کی نگرانی اور حفاظت کرنا ہے، اور اسی وجہ سے حاکم (حکمران) کو "راعی" اور فرمانبردار (عوام) کو "رعیت" کہا گیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں {کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ}(مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۲۷ ص ۳۸) سے تعبیر ہوا ہے۔(صدر، محمد باقر، الاسس الاسلامیہ، ص۶) اسی لئے حکومت سے مراد امت کے مفادات اور امور کا تحفظ کرنا ہے جبکہ اسلامی حکومت سے مراد امت اسلامی کے مفادات اور امور کو اسلامی ریاست کے اندر اسلامی قوانین کے مطابق حفاظت اور اس کی نگہداری کرنا ہے۔

تربیت اخلاقی کے امکان پر بحث:

انسان کو اپنی سماجی زندگی کے لیے قوانین بنانے اور ان کی پابندی کرنے کی ضرورت ہے۔ قوانین معاشرے میں ہر فرد کی حدود کا تعین کرنے کے ساتھ ساتھ اور اسے دوسروں کے حقوق کا احترام کرنے کا پابند بناتا ہے۔ ان قوانین کو کبھی سماجی قوانین اور کبھی سماجی اخلاقیات کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ اصول یا سماجی اخلاقیات درحقیقت انسانی سماجی زندگی کے لئے ثانوی ضرورت کی حثیت رکھتا ہے۔ انسان کو فطری طور پر ایسے قوانین کی ضرورت نہیں ہوتی ہے لیکن چونکہ اسے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے سماجی زندگی گزارنی پڑتی ہے اس لیے وہ اپنی معاشرتی زندگی کو منظّم کرنے کے لیے یہ اصول وضع کرتا ہے۔ انسان کو اخلاق کی

ضرورت کا مطلب سماجی اور باہمی اصولوں کی ضرورت مراد نہیں ہے بلکہ اخلاق کی ضرورت سے مراد اخلاقی کمالات ہے جو انسان کی فطری خواہش ہے۔ انسان معاشرے میں رہنے کے ساتھ ساتھ فضیلت کسب کرنا چاہتا ہے اور فضائل کی تلاش میں بھی رہتا ہے۔ اگر انسان دنیا میں تنہا بھی رہ رہے تو پھر بھی اپنے آپ ہر کام انجام دینے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ اپنے نفس پر قابو پا کر خوشی محسوس کرتا ہے اور یہی اخلاق کا بنیادی سرمایہ ہے۔ انسان اپنے خواہشات کے مقابلہ میں اپنی کمزوری سے خوش نہیں ہوتا۔ اسی لیے وہ عقل کی کمزوری سے بچتا ہے اور اپنی زندگی پر عقل کی حکمرانی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور اخلاق بھی عقل سے ہی جنم پاتا ہے۔

تجربے سے یہ بات ثابت ہوا ہے کہ انسان اخلاقی خوبیوں سے مطمئن ہے اور ظلم وزیادتی اور حقوق کی بربادی اور عفت کے منافی کاموں سے شرمندہ ہے۔ اس بات سے ہمیں اخلاقی تربیت کے ذاتی امکان کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ لہٰذا عقل کے حکم کے مطابق انسان کی تربیت بالکل فطری اور طبیعی ہے، ورگرنہ ایسی ضروریات کے وجود کا کوئی معنیٰ نہیں بنتا ہے۔

ایک اور علت جو انسانی سوچ اور تجربے سے بالاتر ہے وہ مختلف دینی اور دوسرے مکاتب فکر کا وجود ہے جن میں سے ہر ایک کسی نہ کسی طریقے سے اخلاقی خوبیوں کو حاصل کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ اگر کسی کو اس بات میں شک ہو کہ اخلاقی تربیت ممکن ہے یا نہیں؟ تو اسے ادیان الٰہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ہم یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ آسمانی کتابوں میں کچھ مطالب تاریخ سے متعلق اور کچھ عقائد سے متعلق اور کچھ اخلاقیات سے متعلق ہیں۔ اگر انسان کو اخلاقیات اور اخلاقی تعلیم وتربیت کی ضرورت نہ ہوتی یا اخلاقی تربیت کا انسان پر کوئی اثر نہ ہوتا تو ان تمام اخلاقی نصیحتوں کا آنا فضول اور بے فائدہ ہو جاتا جبکہ خداوند متعال حکیم و علیم ہے اور کوئی فضول اور بیہودہ کام انجام نہیں دیتا۔ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اخلاقی تعلیم وتربیت انسان کے لئے نہ فقط فائدہ مند ہے بلکہ سعادت تک پہنچنے اور پہنچانے کے لئے نہایت ہی لازم اور ضروری ہے۔ اخلاقیات کی تلقین کرنے والے مذہب اور ادیان کے علاوہ انبیاء الٰہی کی بھی یہی ذمہ داری تھیں۔ انبیاء الٰہی کا ہدف بھی انسانوں کو سعادت کی طرف ہدایت کرنا تھا۔ انہوں نے معاشرے میں اخلاقی اقدار کو فروغ دینے کے لئے اپنی طرف سے کماحقہ سعی و کوشش کی ہے۔ لہٰذا اگر اخلاقی تربیت کا کوئی امکان نہ ہوتا تو رسول بھیجنا عبث کام ہوتا جبکہ خداوند متعال حکیم و علیم ہے۔

اخلاقی تربیت کے امکان کی تیسری دلیل قیامت پر یقین ہے۔ قیامت پر عقیدہ اخلاقی رویوں اور اقدار کی پاسداری کا باعث بنتا ہے۔ درحقیقت قیامت پر عقیدہ خود انسان کی اصلاح اور روح کو نجاستوں سے پاک کرنے کا ایک بہترین محرک ہے۔ لہٰذا مندرجہ بالا شواہد کے مطابق جو چیز انسان میں اخلاقی رشد، تکامل اور اس پر عمل کرنے کی امید کو بڑھاتی ہے وہ قیامت پر عقیدہ رکھنا ہے۔

سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (ربنا الذی اعطی کل شی خلقه ثم هدی)(طہ،۵۰) ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی خلقت بخشی پھر ہدایت دی۔ یہ آیت کریمہ دلوں میں امید کی کرن پیدا کرتی ہے کہ انسانوں کی ہدایت اور نجات ایک ضروری اور یقینی امر ہے اور اس میں کسی قسم کی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ دوسری طرف خداوند متعال نے انسان کے سامنے تقوی اور گناہ دونوں راستوں کو رکھا ہے تاکہ انسان اپنی مرضی سے ایک راستہ کا انتخاب کرے۔ زوال اور عروج دونوں کا زمینہ انسان کے پاس موجود ہے۔ اسلامی اخلاقی نظام میں "اختیار" کا عنصر انسان کی اہم ترین خصوصیات میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ انسان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے میں آزاد ہے اور کوئی جبر نہیں ہے۔(انا هديناه السبيل اما شاكرا و اما كفورا) (شمس،۸)

پھر اس نفس کو اس کی بدکاری اور اس سے بچنے کی سمجھ دی۔ دوسری طرف اختیار کا مسئلہ اس طرح بیان کیا گیا ہے: (لا اکراه فی الدین)(بقرۃ۲۵۵) دین میں کوئی جبر و اکراہ نہیں۔ یعنی دین میں خداوند متعال اور اس کے رسولوں کی طرف سے کوئی جبر نہیں ہے۔ کسی نے تلوار کے زور پر اسلام قبول نہیں کیا ہے۔ (البتہ بلاشبہ اسلام کی جنگیں ان لوگوں کے ساتھ تھیں جنہوں نے اسلام کی ترقی میں رکاوٹ ڈالیں اور نہیں چاہتے تھے کہ لوگ بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو جائیں، لہٰذا جو بھی جنگ ہوئے ہیں ان میں طرف مقابل میں ایسے مستکبر موجود تھے جو دین اسلام کی نشر و اشاعت سے خوفزدہ تھے) اس بیان کے ساتھ، ہم انسان کے اخلاقی شخصیت کی تشکیل کے اہم ترین عوامل کو بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اخلاقی تعلیم و تربیت کے بارے میں دین اسلام کا نقطہ نظر تین بنیادی اور اہم اصولوں پر مشتمل ہے۔

پہلا اصل: تمام عمر انسان کو انتخاب کرنے کا حق ہے۔ انسان کو اختیار کی آزادی عطا کرکے خداوند متعال نے انسان کے لئے نہایت ہی احترام سے نوازا ہے۔

دوسرا اصل: انسان کے پاس منزل مقصود ہے۔ انسان اس نظام میں بغیر مقصد اور ہدف کے گھوم نہیں رہا ہے بلکہ انسان کے تمام افعال و کردار ایک نہایت مقدس ہدف اور منزل کی خاطر ہے۔ انسان کا اصلی ہدف اور مقصد سعادت، فلاح اور رستگاری ہے۔ ہر انسان سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن سعادت تک پہنچے میں کبھی وہ اشتباہ کرلیتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ دین کی پیروی کئے بغیر سعادت حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ دین جو سعادت بیان کرتا ہے وہ یقینی اور ابدی ہے۔ قرآن کے تمام احکامات سعادت تک پہنچنے کے لئے ایک مقدمہ ہے۔ انسان کی سعی و کوشش یقینا اسے سعادت تک پہنچا دیتا ہے۔ انسان کی سعادت کے حصول کے لئے کی جانی والی سعی و کوشش کبھی رائیگاں نہیں جاتی ہے۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ انسان کے اپنی سعی و کوشش کے بغیر اسے سعادت و رستگاری نصیب نہیں ہوگی۔ (مصباح، محمد تقی، اخلاق در قرآن، انتشارات امام خمینی، ۱۳۷۶، ج۱، ص۲۱)

اسلامی حکومت پر معاشرے کی اخلاقی تربیت لازم ہونے کے دلائل

پہلی دلیل : عقل

عقل جس طرح دوسروں کے لئے گناہ انجام دینے کے لئے تعاون کرنے اور زمینہ فراہم کرنے کو فعل قبیح سمجھتا ہے اسی طرح دوسروں کی فرمانبرداری اور اطاعت کے لئے زمینہ فراہم کرنے کو حسن اور پسندیدہ فعل سمجھتا ہے۔ اگر اسلامی حکومت معاشرے میں ایسی مختلف تربیتی سرگرمیاں انجام دے جو معاشرے میں موجود افراد کے لئے واجبات کو زیادہ سے زیادہ بجالانے، محرمات سے اجتناب کرنے، نیک صفات اور اخلاق اپنا لینے کے لئے زمینہ فراہم کرے یا مددگار ثابت ہو تو عقل اسے قابل تحسین اور فعل حسن قرار دیتا ہے۔ اسی طرح غلط آداب و رسوم، غیر اخلاقی خصلتوں اور رویوں کی اصلاح کرنے یا انہیں ختم کرنے کے لئے کوئی زمینہ فراہم کرے تو عقل اس عمل کو بھی قابل تعریف اور حسن عمل قرار دیتا ہے۔ لہٰذا اگر اسلامی حکومت معاشرے کی اخلاقی تربیت کی خاطر جتنی بھی اقدامات اٹھائیں عقل کے نزدیک قابل تحسین عمل ہے۔

دوسری دلیل : قرآن کریم

اسلامی حکومت پر معاشرے کی اخلاقی تربیت کے لزوم کی اثبات کے لئے درج ذیل آیات کا جائزہ لیں گے۔

ا۔ سورہ جمعہ آیت ۲

« هُوالَّذِی بَعَثَ فِی الْأُمِّيينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يتْلُوعَلَيهِمْ آياتِهِ وَ يزَكِّيهِمْ » وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے۔

۲۔ سورہ آل عمران آیت ۱۶۴

« لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يتْلُوعَلَيهِمْ آياتِهِ وَ يزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَة» ایمان والوں پر اللہ نے بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاکیزہ کرتا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

پہلا نکتہ : تزکیہ کا مفہوم

الف: لغت میں تزکیہ سے مراد «اَلتَّزْکِیَةُ أَلتَّطْهیرُ مِنَ اْلاَخْلاقِ اَلذَّمیمَةِ » اپنے نفس کو برے اخلاق سے پاک کرنا ہے۔ (طریحی، فخر الدین، مجمع البحرین، ج ۱، ص: ۲۰۴)

ب: اصطلاح میں تزکیہ سے مراد: بعض افراد اپنے نفوس یا دوسرے افراد کے نفوس کو پاکیزہ کرنے کے لئے لیے زمینہ فراہم کرتا ہے تاکہ وہ اپنے اختیار اور ارادے سے اچھے چیزوں اور کمالات کی طرف مائل ہو۔ (مصباح یزدی، محمد تقی، فلسفۂ اخلاق، ص ۲۴)

دوسرا نکتہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری لوگوں کے نفوس کو پاکیزہ کرنا ہے۔

یہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے مختلف ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری کو بیان کر رہی ہے اور ان کی طرف اس کام کو منسوب کرتی ہیں جس کے لیے انھیں مبعوث کیا ہے۔ یہ ذمہ داری «یُزَکِّیهِمْ» تربیت ہے۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سلم انسانی معاشرے کی اخلاقی تربیت کے لیے مبعوث ہوا ہے۔ یعنی معاشرے کی اخلاقی تربیت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب یقینی فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔

تیسرا نکتہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکومتی ذمہ داریوں میں سے ایک لوگوں کی اخلاقی تربیت ہے۔

حکومتی اعتبار سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف امور کی ذمہ داری رکھتے تھے۔ ان آیات کا حوالہ ہم اس صورت میں دے سکتے ہیں جب ہمیں علم ہو کہ لوگوں کے نفوس کو پاکیزہ کرنا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکومتی ذمہ داریوں میں سے ہے اور اس بات کو ہم دو طریقوں سے ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔

۱۔ آیات کی شان نزول

سورہ جمعہ اور سورہ آل عمران مدنی سورتوں میں سے ہے (حاجی میرزایی، فرزاد، در دانشنامہ قرآن و قرآن پژوہی، ص ۲۱۴۵) اور جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں حکومت بنائی تھی یا بنانے والی تھی۔ لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان آیات میں خداوند متعال نے اپنے نبی کو حکومتی احکامات دیا ہے نہ فردی احکامات۔ اور جب آیات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکومتی دستور دے رہا ہو اور دوسری طرف، آیت کے مندرجات کا تعلق معاشرے کی اخلاقی تربیت سے ہو تو اس صورت میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ معاشرے کی اخلاقی تربیت کرنا حکومت کے فرائض اور ذمہ داریوں میں سے ہے۔

۲۔ کلمہ «یزَکِّیهِمْ» کا اطلاق

پہلی بات یہ ہے کہ ان آیات میں تزکیہ کرنے کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وظائف میں سے قرار دیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کلمہ «یزَکِّیهِمْ» اطلاق رکھتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام ذمہ داریوں کو یہاں تک کہ حکومتی ذمہ داری کو بھی شامل ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ جب تزکیہ کرنا حکومتی امور میں سے ہو تو یقیناً یہ ذمہ داری پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ائمہ معصومین علیہم السلام تک اور ان کے بعد اسلامی حاکم تک یہ ذمہ داری منتقل ہو گی۔ خلاصہ یہ کہ بعنوان حاکم اسلامی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی ذمہ داریوں میں سے ایک معاشرے کی اخلاقی تربیت تھیں اور یہ ذمہ داری ان کے بعد تمام حاکم اسلامی کی ہے۔ امام خمینی رہ فرماتے ہیں: وہ تمام اختیارات جو سیاست اور حکومت کے میدان میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے لیے معین ہیں وہ ایک عادل فقیہ کے لیے بھی معین ہیں۔ (خمینی، روح اللہ، البیع، ج ۲، ص ۴۶۷)

چوتھا نکتہ: معاشرے کی اخلاقی تربیت کرنا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومتی ذمہ داری ہے۔

ان آیات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وظائف میں سے ایک وظیفہ بیان ہوا ہے جو کہ لوگوں کی باطنی طہارت اور تزکیہ کرنا ہے جیسا کہ آیت میں کہا ہے کہ ہم نے آپ کو اس فرض کی انجام دہی کے لیے مبعوث کیا ہے۔ تزکیہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی اخلاقی تربیت کو بھی شامل ہے لہذا اخلاقی تربیت کرنا بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکومتی وظائف میں سے ایک ہیں۔

پانچواں نکتہ: آیات کا ظہور الزام اور وجوب

آیات کا ظہور اس نکتہ کو بیان کرتا ہے کہ آسمانی کتابوں کے نازل کرنے اور رسول بھیجنے کے اہداف میں سے ایک ہدف تزکیہ اور لوگوں کے نفوس کو پاک کرنا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تزکیہ نفوس ایک قطعی اور الزامی ذمہ داری ہے کیونکہ ان کے مبعوث ہونے کا فلسفہ اسی ذمہ داری کو بجالانا ہے لہذا یہ وجوب کے ساتھ زیادہ سازگار ہے۔

دوسری طرف « يتْلُو وَيزَكِّيهِمْ وَيعَلِّمُهُمُ » جملہ خبریہ بھی انشاء کے مقام پر ہے جس کی وجوب پر دلالت صیغہ امر سے بھی زیادہ قوی ہے۔

تیسری دلیل: روایات

معاشرے کی اخلاقی تربیت میں اسلامی حکومت کے کردار کو واضح کرنے کے لیے درج ذیل احادیث کا جائزہ لیں گے۔

الف: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاذ بن جبل کو نصیحت:

« وَصِيَّتُهُ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ لَمَّا بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ يَا مُعَاذُ عَلِّمْهُمْ كِتَابَ اللَّهِ وأَحْسِنْ أَدَبهمْ عَلَى الْأَخْلَاقِ الصَّالِحَةِ وأَنْزِلِ النَّاسَ مَنازِلَهُمْ خَيْرَهُمْ وشَرَّهُمْ وأَنْفِذْ فِيهِمْ أَمْرَ اللَّهِ...وأَدِّ إِلَيْهِمُ الْأَمَانَةَ... »(حرّانی، حسین بن شعبہ، تحف العقول، ص ۲۵. ابن ہشام، السیرة النبویہ ج ۴، ص ۲۳۷ . مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۷۴، ص ۱۲۶.)

اے معاذ! ان لوگوں کو کتاب خدا کی تعلیم دو۔ ان کو اچھے اور نیک اخلاق کی تربیت کرو۔ ان میں اچھے اور برے کی تمیز کرو سب کو مناسب مقام پر جگہ دو۔ (اچھا اور برا تیرے نظر میں یکساں نہ ہو)۔ ان کے درمیان اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرو۔۔۔۔ ان کی امانتیں واپس کر دو چاہے کم ہو یا زیادہ ہو۔

سند کی بررسی:

یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے کیونکہ یہ کتاب تحف العقول میں مذکور ہے اور کتاب تحف العقول معتبر سند نہیں رکھتا ہے۔

کتاب تحف العقول کی سند

کتاب تحف العقول کا اصل مسئلہ اس کتاب کی روایات کا مرسلہ ہونا ہے کیونکہ اس کتاب میں روایات کو نقل کرتے وقت بہت سارے اسناد کو ذکر نہیں کیا ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں صاحب کتاب کچھ نکات اسی حوالہ سے بیان کرتے ہیں: « و وقفتُ ممّن انتهى إلى من علوم السّادة (ع) على حِكَمٍ بالغة و مواعظ شافية و أسقطتُ الأسانيد تخفيفاً وايجازاً و إن كان اكثره لى سماعاً» دوسرے حصہ میں لکھتے ہیں: « بل خذوا ما ورد إليكم عمن فرض الله طاعته عليكم و نقلوا ما نقله الثقات عن السادات بالسّمع والطاعة و الإنتهاء إليه والعمل به »(حرّانی، حسین بن شعبہ، تحف العقول، ص ۴-۲)

اس مقدمہ میں چند نکات بیان ہوئی ہیں:

پہلا نکتہ: صاحب تحف العقول کہتے ہیں کہ میں نے روایتوں کی سند کو اختصار کی خاطر حذف کیا ہے۔ بنابراین اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کتاب کے مصنف کے نزدیک بھی روایات مرسلہ ہو بلکہ ان کے نزدیک روایات متصل اور مستند ہیں صرف تلخیص اور اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے سلسلہ سند کو حذف کیا ہے۔

دوسرا نکتہ: صاحب کتاب کی عبارت کے مطابق اکثر روایات مسموع ہے۔

تیسرا نکتہ: ان روایات کو ثقہ افراد سے نقل کیا ہے۔

ان تین نکات سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ صاحب کتاب تحف العقول ان روایات کی صحت اور معتبر ہونے کی گواہی دے رہا ہے لہٰذا اگر کسی کو ان کی گواہی سے کتاب تحف العقول کی روایات کے معتبر ہونے کا اطمینان حاصل ہو تو وہ ان روایات پر عمل کر سکتا ہے۔

۲ ۔روایت کی دلالت :

پہلا نکتہ : تادیب کا معنی

کلمہ تادیب کے معنی کا جائزہ لیتے وقت ہمیں ادب کے مادہ اور ہئیت دونوں پر توجہ رکھنا چاہیے۔ صیغہ تفعیل غالبا متعدی استعمال ہوتا ہے یعنی اس کے تین عناصر ہیں : فعل، فاعل اور مفعول۔ تادیب ممکن ہے شناختی، عاطفی اور رفتاری ہو۔ لہٰذا اس حوالہ سے چار ادعا بیان کر سکتے ہیں :

ا۔ اگر "تادیب" صرف رویے اور رفتار کی حد تک محدود ہو، تو اس کا معنی "آداب سیکھانا" مطلوب اور پسندیدہ رفتار منتقل کرنا ہے۔

۲۔ اگر "تادیب" صرف علمی و شناختی جہت سے ہو تو اس کا معنی " تعلیم "کے ساتھ مترادف ہوگا۔

۳۔ اگر "تادیب" کا مقصد صرف جذباتی اور نفسیاتی جہت (مزاج اور اندرونی خصوصیات) سے ہو، تو اس کا معنی اخلاقی تعلیم دینا ہے یعنی مثبت فضائل اخلاقی کی تعلیم اور رزائل نفسانی کو ختم کرنے کے لئے کوشش کرنا۔

۴۔ اگر "تادیب" جامع معنی میں استعمال ہو جس کا مقصد انسانی شخصیت کے تمام ابعاد میں تبدیلی لانا ہو تو یہ تربیت کے مترادف کلمہ ہوگا۔خلاصہ یہ کہ کلمہ تادیب جامع معنی کے اعتبار سے کلمہ تربیت کے مترادف ہے۔

دوسرا نکتہ : اسلامی حاکم کے وظائف میں سے ایک لوگوں کی تادیب (تربیت) کرنا ہے ۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عہد نامہ کی ابتدا میں اسلامی حاکم کے فرائض بیان کرتے ہیں، ان فرائض میں سے ایک فریضہ لوگوں کی تربیت کرنا اور انہیں آداب سکھانا ہے۔« وأَحْسِنْ أَدَبهمْ عَلَى الْأَخْلَاقِ الصَّالِحَةِ »

تیسرا نکتہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان حکم حکومتی ہے یا حکم اولی؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ احکام میں اصل حکم اولی ہونا ہے مگر یہ کہ حکم حکومتی ہونے کے حوالے سے کوئی قرینہ موجود ہو۔ حکم اولی ہونے کے لئے قرینہ موجود ہے کیونکہ اس منشور میں جتنے نکات بیان ہوئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احکام الہی کو بیان کر رہے ہیں۔ معصومین علیہم السلام کے بیانات میں بھی اصل یہی ہے کہ کہ وہ حکم الہی کو بیان

کرتا ہے۔ اور یہ ایک بہت مضبوط اصل ہے اور اس قاعدہ سے تجاوز کرنے کے لئے نہایت ہی محکم دلیل کی ضرورت ہے۔ ہماری بحث میں بھی حاکم پر حکم اولی کی بناپر لازم ہے کہ وہ لوگوں کو نیک اور اچھے اخلاق کی تربیت کریں۔ "وَحْسِنْ أَدَبهمْ عَلَى الْأَخْلَاقِ الصَّالِحَة"

چوتھا نکتہ: حاکم اسلامی کے وظائف میں سے ایک اخلاقی تربیت کرنا ہے۔

ہم ان دو بیانات سے استفادہ کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ معاشرے کی اخلاقی تربیت حاکم اسلامی کے وظائف میں سے ایک وظیفہ ہے۔

الف: (أَحْسِنْ أَدَبهِمْ عَلَى الْأَخْلَاقِ الصَّالِحَة)اور انہیں اچھے اخلاق کی تربیت کرو۔ صالح اخلاق کی تربیت کریں یعنی تربیت اخلاقی۔

ب: «واتَّبِعِ الْمَوْعِظَةَ» نصیحت اور موعظہ کیا کریں۔مسلسل نصحیت اور موعظہ کرتے رہنا یعنی تربیت اخلاقی۔

چھٹا نکتہ: یہ وظیفہ واجب عینی، نفسی، تعینی اور تسبیبی ہے۔

الف: واجب یا مستحب: « أَحْسِنْ أَدَبَهُمْ عَلَى الْأَخْلَاقِ الصَّالِحَةِ و... » کلمہ (أَحْسِنْ) فعل امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔لہٰذا (أَحْسِنْ أَدَبَهُمْ) یعنی نیک اور اچھے اخلاق کی تعلیم دینا واجب ہے۔

ب: واجب عینی یا واجب کفائی: مقدمات حکمت اور اصالۃالاطلاق کے مطابق یہ واجب عینی ہے۔« أَحْسِنْ أَدَبَهُمْ عَلَى الْأَخْلَاقِ الصَّالِحَةِ »اصالۃالاطلاق کے مطابق واحب عینی ہے لیکن دوسروں کے انجام دینے سے یہ ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے۔

ج: واجب تعینی یا تخییری: مقدمات حکمت اور اصالۃالاطلاق کے مطابق یہ واجب تعینی ہے۔« أَحْسِنْ أَدَبَهُمْ عَلَى الْأَخْلَاقِ الصَّالِحَةِ » کے اطلاق کے مطابق اس حکم کا کوئی بدل نہیں ہے لہٰذا یہ حکم تعینی ہے۔

د: واجب نفسی یا غیری: مقدمات حکمت اور اصالۃالاطلاق کے مطابق یہ واجب نفسی ہے« أَحْسِنْ أَدَبَهُمْ عَلَى الْأَخْلَاقِ الصَّالِحَةِ » کے اطلاق کے مطابق یہ حکم نفسی ہے۔واجب غیری ہوتا تو بیان کرنا ضروری تھا چونکہ بیان نہیں ہوا ہے پس یہ واجب نفسی ہے۔

ہ: واجب مباشری یا تسبیبی:

۱۔عبادات: عبادات میں اصل یہ ہے کہ انسان خود اس عمل کو بجالائے۔

۲۔ غیر عبادات: غیر عبادی اعمال میں اختیار ہے کہ انسان یا خود اس عمل کو بجالائے یا کسی واسطہ کے ذریعہ اس عمل کو بجا لائے۔ معاشرے کی اخلاقی تربیت بھی حاکم اسلامی پر واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ خود اس عمل کو بجالائے یا کسی اور کو حکم دے کہ وہ اس عمل کو بجالائے۔

ب: امام علی علیہ السلام کا مالک اشتر کے نام خط

« هذا ماأمَرَ به عَبْدُاللهِ عَلىٌّ أميرالْمُؤْمِنينَ مالِكَ بْنِ الْحارِثِ الأَشْتَرِ في عَهْدِه إلَيْهِ حينَ وَلاّهُ مِصْرَ، جِبايَةَ خَراجِها وَجَهادَ عَدُوِّها وَ استصلاح أهْلِها وَعِمارَةَ بِلادِها...»(نہج البلاغہ، نامہ ۵۳)

یہ وہ حکم ہے جو بندہ خدا امیر المومنین علی نے مالک بن اشتر نخعی کے نام لکھا ہے جب انہیں خراج جمع کرنے، دشمن سے جہاد کرنے ،حالات کی اصلاح کرنے اور شہروں کی آبادکاری کے لئے مصر کا گورنر بنا کر روانہ کیا۔

سند کی بررسی:

سندی اعتبار سے یہ روایت اور عہد نامہ نجاشی اور شیخ طوسی دونوں طرق سے قابل قبول ہے۔(قوامی، صمصام الدین،مدیریت از منظر کتاب و سنت، قم دبیر خانہ مجلس خبرگان ۱۳۸۱)

روایت کی دلالت:

پہلا نکتہ: اسلامی حاکم کے فرائض میں سے ایک اصلاح کرنا ہے۔

لغت میں صلاح سے مراد فساد کی ضد ہے۔ اگر کسی شئے میں متوقع حالات اور صفات موجود ہوں تو وہ صلاح ہے لیکن اگر اس شئے میں اس کے اجزاء و شرائط فاقد ہو تو اسے فاسد کہا جاتا ہے۔

اصطلاح میں صلاح کبھی فساد کے مقابل آیا ہے جیسے « إِنَّ اللَّهَ لا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ »« واللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ.» اور کبھی فساد صحت کے مقابل میں استعمال ہوا ہے «صلاح شئی» یعنی وہی صحت شئی ہے اور اس کے مقابل فساد الشئی ہے۔

امام علی علیہ السلام اس خط کی ابتدا میں ہی اسلامی حاکم کے فرائض بیان کرتے ہیں جن میں سے ایک ''عوام کی اصلاح'' ہے۔

دوسرا نکتہ: امام علی علیہ السلام کا یہ فرمان حکم حکومتی ہے یا حکم اولی

اس کلام کا ظہور یہ ہے کہ یہ حکم حاکم کے لئے ایک حکم الہی اولی ہے کہ امام علیہ السلام مالک اشتر کو نصیحت کر رہا ہے کہ اپنے الہی وظیفہ پر عمل کروا اگرچہ امام بعنوان حاکم حکم الہی جو الزامی ہے اس کی تائید کر رہا ہے۔ آیت اللہ مکارم شیرازی کے مطابق معصومین

علیہم السلام کے فرامین میں اصل اور قانون یہ ہے کہ یہ بیانات احکام الہی ہیں اوراس قانون سے صرف اس صورت میں ہم ہاتھ اٹھا سکتے ہیں جب اس کے مقابل میں کوئی محکم دلیل موجود ہو۔ (مکارم شیرازی، ناصر، انوارالاصول، مطبعۃ امیر المؤمنین، ۱۴۲۴) ہماری بحث میں بھی حکم اولی کی بناپر حاکم اسلامی کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی کی اصلاح کریں۔

تیسرا نکتہ : اخلاقی تربیت حاکم اسلامی کا فریضہ ہے۔

اس منشور میں جناب مالک اشتر کو کئ ذمہ داریاں سونپی گئ ہیں جن میں سے ایک اصلاح (اور لوگوں کی اصلاح) کی ذمہ داری ہے۔ اصلاح اطلاق رکھتا ہے اصلاح سے مراد معاشرے کی تمام جہتوں (سیاسی، معاشی، سماجی، تعلیمی اور اخلاقی) کی اصلاح ہے۔ لہٰذا جس طرح معاشرے کے دیگر معاملات (سیاسی، معاشی، سماجی وغیرہ) کی اصلاح کی ذمہ داری جناب مالک اشتر پر ہے اسی طرح معاشرے کی اخلاقی امور کی اصلاح بھی جناب مالک اشتر پر فرض ہے۔

چوتھا نکتہ : روایت کے ظہور کے مطابق یہ وظیفہ واجب ہے۔

> "هَذَا مَا أَمَرَ"امر اور حکم ہے۔ جس طرح صیغہ امر وجوب میں ظہور رکھتا ہے اسی طرح مادہ امر بھی وجوب میں ظہور رکھتا ہے۔ (نائینی، محمد حسین، فوائد الاصول،، ۱۳۷۶) لہٰذا یہ حکم وجوب میں ظہور رکھتا ہے ۔اور یہ واجب عینی، تعینی، نفسی اور تسبیبی ہے۔

پانچواں نکتہ : اصلاح اور استصلاح میں فرق

"اصلاح" اور "استصلاح" میں فرق یہ ہے کہ اصلاح خود شخص کے ساتھ مربوط ہے اور استصلاح اصلاح کے لئے زمینہ فراہم کرنا ہے۔ اسی لیے امام علی علیہ السلام نے « استصلاح اهلها » فرمایا: یعنی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اصلاح کے لئے زمینہ فراہم کرے۔ حکومت تمام منصوبوں کو اس طرح سے ترتیب دیں جو لوگوں کی اصلاح کے لئے مددگار ثابت ہو یعنی اگر عوام اصلاح کا راستہ اختیار کرنا چاہے تو ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ موجود نہ ہو۔

لہٰذا اسلامی حاکم کی سب سے بڑی اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ معاشرے میں موجود اصلاح اور تربیت کی صلاحیتوں کو شکوفا کریں، معاشرے کی اصلاح اور تربیت کے لئے زمینہ فراہم کریں اور انہیں انسانی کمالات کی طرف رہنمائی کریں کیونکہ اسلامی حاکم کے پاس اہم تربیتی اداروں کے اختیارات موجود ہوتے ہیں۔

چوتھی دلیل: سیرت معصومین علیہم السلام

معاشرے کی اخلاقی تربیت میں اسلامی حکومت کے کردار کو واضح کرنے کے لیے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت کا بھی جائزہ لیں گے۔

ا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت

معاشرے کی اخلاقی تعلیم وتربیت میں اسلامی حکومت کی ذمہ داری کو ثابت کرنے کے لیے جو دلائل بیان کی جا سکتی ہیں ان میں سے ایک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہے۔ پہلی بات یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حکومت بنائی اور تاریخ گواہ ہے کہ حکومت کے قیام کے ساتھ ہی آپ نے قوانین کو نافذ کیا، اسلامی نظام قائم کیا، معاشرے کی رہنمائی اور تعلیم وتربیت شروع کی۔ دوسری بات یہ کہ جسے بھی آپ بعنوان حاکم کسی جگہ معین کرکے بھیج دیتے تھے اسے خصوصی نصیحت کی جاتی تھی کہ اپنے حکومتی پروگراموں کا ایک حصہ معاشرے کی اخلاقی تعلیم وتربیت کے لیے معین کریں۔ جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ بن جبل کو جب یمن کے لیے نمائندہ بنا کر بھیج رہا تھا تو اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

« يَامُعَاذُ...وَأَحْسِنْ أَدَبهِمْ عَلَى الْأَخْلَاقِ الصَّالِحَةِ ».

اسی طرح عتاب بن اسید کو جب مکہ کا گورنر بنایا تو اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: « وَ كَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ ص لِعَتَّابِ بْنِ أَسِيدٍ...[قَدْ] فَوَّضَ إِلَيْهِ...تَأْدِيبَ مَنْ زَالَ عَنْ أَدَبِ اللَّهِ مِنْكُمْ.»

لیکن چونکہ سیرت دلیل لبی ہے تو یہ کسی حد تک اس مسئلہ پر دلالت کرتی ہے لیکن حکومت اسلامی پر معاشرے کی اخلاقی تربیت کے وجوب کو بیان نہیں کرتا بلکہ صرف رجحان اور جواز کو بیان کرتا ہے۔

۲۔ سابقہ انبیاء الٰہی کی سیرت

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک انبیاء الٰہی بھیجنے کا اصل مقصد انسانوں کو خلافت الٰہی کے منصب تک پہنچانا تھا۔ یہ اہم چیز معاشرے کی رہنمائی اور اخلاقی تعلیم وتربیت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے تمام انبیاء الٰہی نے اپنی امت اور معاشرے کی رہنمائی اور اخلاقی تعلیم وتربیت کرنے کی کوشش کی تاکہ انبیاء الٰہی بھیجنے کا اصل مقصد حاصل ہو اور انسان خلافت الٰہی کے منصب تک پہنچ سکے۔ اسی لئے قرآن کریم انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت کو نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے معاشرے کی رہنمائی اور اخلاقی تعلیم وتربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ ۹۵۰ سال تک اپنی امت اور معاشرے کی ہدایت اور تربیت کے لئے سعی و کوشش کرتے رہے۔

« قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا، فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرارًا،...ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا، فَقُلْتُ استَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا»(نوح:۱۰-۵)

حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہاالسلام بھی اپنے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح امت کی ہدایت اور اخلاقی تعلیم وتربیت کے پیشوااور رہنما تھے۔« وَ وَهَبْنا لَهُ إِسْحاقَ وَيَعْقُوبَ نافِلَةً وَكُلاًّ جَعَلْناصالِحينَ.وَجَعَلْناهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنا وَأَوْحَيْنا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْراتِ وَإِقامَ الصَّلاةِ وَإِيتاءَ الزَّكاةِ وَكانُوا لَناعابِدينَ»(انبیاء، آیہ ۷۲-۷۳)

بقیہ انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی حضرت ابراہیم، حضرت یوسف، حضرت لوط اور حضرت صالح علیہم السلام کی طرح معاشرے کی رہنمائی اور تعلیم وتربیت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

۳۔ائمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت

شیعہ اماموں میں سے صرف امام علی علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام کو مسلمانوں کے سیاسی اور سماجی انتظامات سنبھالنے کا مختصر موقع ملااسی طرح باقی ائمہ معصومین علیہم السلام نے بھی معاشرے کی سیاسی، فقہی، سماجی اور تعلیمی رہبری کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ہر ایک معصومین علیہم السلام نے اپنے زمانے کے تقاضوں اور حالات و شرائط کے مطابق معاشرے کی رہنمائی اور اخلاقی تعلیم وتربیت کرتے رہے۔

امام علی علیہ السلام کے دور حکومت میں آپ نے جو خطبات اور دیگر تربیتی سرگرمیاں انجام دئے انہیں بعنوان دلیل بیان کر سکتے ہیں۔:« يُرْوَى عَنْ سَيِّدِنَا أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع أَنَّهُ لَمَّا كَانَ يَفْرَغُ مِنَ الْجِهَادِ يَتَفَرَّغُ لِتَعْلِيمِ النَّاسِ وَ الْقَضَاءِ بَيْنَهُمْ فَإِذَا يَفْرَغُ مِنْ ذَلِكَ اشْتَغَلَ فِي حَائِطٍ لَهُ يَعْمَلُ فِيهِ بِيَدِهِ وَ هُوَ مَعَ ذَلِكَ ذَاكِرٌ لِلَّهِ جَلَّ جَلَالُهُ »

جب بھی آپ جہاد سے فارغ ہوتے توآپ لوگوں کی تعلیم وتربیت اور ثقافتی امور پر توجہ دیتے تھے۔امام علی علیہ السلام لوگوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حاکم اسلامی کے وظائف میں سے اہم ترین وظیفہ، لوگوں کو تعلیم دینااوران کی دینی اور اخلاقی تربیت کرنا ہے۔ جیساکہ آپ فرماتے ہیں "«حَقُّكُمْ عَلَيَّ فَالنَّصِيحَةُ لَكُمْ وَتَوْفِيرُ فَيْئِكُمْ عَلَيْكُمْ وَتَعْلِيمُكُمْ كَيْلَا تَجْهَلُوا وَتَأْدِيبُكُمْ كَيْمَا تَعْلَمُوا»(خطبہ ۳۴، نہج البلاغہ)اے لوگو: تمہارے کچھ حقوق میرے ذمے اور میرے کچھ حقوق تمہارے ذمے ہیں۔ تمہارا میرے اوپر حق یہ ہے کہ میں تمہاری خیر خواہی میں کوتاہی نہ کروں اوربیت المال سے تمہارا حق دوں، تمہیں تعلیم دوں تاکہ تم جاہل نہ رہو اور آداب سکھاوں تاکہ تمہاری تربیت ہو سکے۔مزید آپ فرماتے ہیں:« هذا ماأَمَرَ به عَبْدُالله عَلِىٌّ أَميرالْمُؤْمِنينَ مالِكَ بْنِ الْحارِثِ الأَشْتَرِ فِي عَهْدِهِ إِلَيْهِ حِينَ وَلاّهُ مِصْرَ، جِبايَةَ خَراجِها وَجِهادَ عَدُوِّها وَ استصلاح أَهْلِها وَعِمارَةَ بِلادِها...»،(نہج البلاغہ، نامہ ۵۳) یہ وہ حکم

ہے جو بندہ خدا امیر المومنین علی نے مالک بن اشتر نخعی کے نام لکھا ہے جب انہیں خراج جمع کرنے، دشمن سے جہاد کرنے، حالات کی اصلاح کرنے اور شہروں کی آبادکاری کے لئے مصر کا گورنر بنا کر روانہ کیا۔

چوتھی دلیل: فقہی قوانین

فقہی قوانین کے مطابق بھی حکومت اسلامی پر معاشرے کی اخلاقی تعلیم وتربیت ضروری ہے۔

ا۔ قانون نفی سبیل:

قانون نفی سبیل کے مطابق کفار کی تسلط کو ختم کرنا اسلامی حکومت پر فرض ہے۔ غلبہ کو ختم کرنے والی چیزوں میں سے ایک معاشرے کی اخلاقی تعلیم وتربیت ہے۔ لہٰذا اس تسلط کو ختم کرنے کے لیے معاشرے کی اخلاقی تعلیم وتربیت کرنا اسلامی حکومت کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔

پہلا نکتہ:

قانون نفی سلطہ وہ قانون ہے جس پر آیات، روایات، عقل اور اجماع اسی طرح دیگر ادلہ دلالت کرتا ہے۔ (عمید زنجانی، عباسعلی: قواعد فقہ، ج ۳ ص ۲۷. شریعتی، روح اللہ، قواعد فقہ سیاسی، ص ۲۱۳. بجنوردی، سید حسن، القواعد الفقھیہ، ص ۱۵۸. فاضل لنکرانی، محمّد، القواعد الفقھیہ، ج ا. ص ۲۵۳)

دوسرا نکتہ:

نفی سلطہ کے قاعدہ کے مطابق ہر وہ عمل اور کام جو تسلط کا سبب بنے وہ حرام ہے اور ہر وہ عمل جو اس تسلط کو ختم کرنے کا سبب بنتی ہے وہ واجب ہے۔

تیسرا نکتہ: قانون نفی سلطہ اور معاشرے کی اخلاقی تربیت کے درمیان رابطہ

مسلمانوں پر کفار مسلط ہونے والے اسباب میں سے ایک معاشرے کی اخلاقی تربیت نہ کرنا ہے۔ وہ معاشرہ جو اعتقادی اور اخلاقی طور پر تربیت یافتہ نہ ہو وہ جاہلیت اور آگاہی نہ رکھنے کی وجہ سے کفار کے تسلط کو قبول کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کفار کے تسلط سے نجات کے لیے اسلامی معاشرے کی اخلاقی تربیت بہت ضروری ہے اور یہ عمل تمام اسلامی حکومت پر لازم ہے۔ اس فقہی قانون کا مثبت اور منفی دونوں پہلو موجود ہے۔ منفی پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں کی سماجی اور سیاسی تقدیر پر غیر مسلمانوں کو مسلط ہونے کا کوئی حق نہیں ہے۔ مثبت پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں پر دینی طور پر لازم ہے کہ وہ اپنے سیاسی اور اجتماعی آزادی کو برقرار رکھیں اور کفار

سے وابستگیوں کو ختم کریں۔اسی مثبت پہلو کے مطابق وہ امور جس سے دشمنوں اور کفار کی تسلط ختم ہو جاتی ہے وہ اسلامی معاشرے کی اخلاقی تعلیم وتربیت ہے۔

چوتھا نکتہ:

خطابات شارع میں اصل عمومیت ہے یعنی اصالۃ الاطلاق کے مطابق شارع کے حکم کی اطاعت تمام مکلفین کے اوپر لازم ہے اور اگر یہ حکم کسی خاص طبقہ کے ساتھ مختص کرنا چاہے تو اس کے لئے قرائن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس موارد میں عقلی و نقلی قرائن موجود ہیں جن کے مطابق یہ ذمہ داری حکومت اسلامی کی ہے کیونکہ معاشرے کی سیاسی، سماجی، تعلیمی، تربیتی، اور انتظامی راہنمائی کرنا اور انہیں ایک ہی خط پر استوار کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور اسی طریقہ سے ہی مسلمانوں پر مسلط ہونے کے دشمنوں کے سیاسی مکر وفریب کو ختم کر سکتا ہے۔امام خمینی رہ فرماتے ہیں: « لوكانت الروابط السياسيّة بين الدول الإسلامية والأجانب موجبة ل است يلائهم على بلادهم أونفوسهم أوأموالهم أوموجبة لأسرهم السياسيّ يحرم على رؤساء الدول تلك الروابط والمناسبات وبطلت عقودها ويجب على المسلمين إرشادهم وإلزامهم بتر كه ا ولوبالمقاومة المنفيّة. »(خمینی، روح اللہ البیع، تحریرالوسیلہ، ج۱، ص۴۸۶))

اگر دوسرے ممالک کے ساتھ سیاسی روابط قائم کرنا ان ممالک کا اسلامی ملک پر تسلط قائم کرنے کا باعث بنتا ہو یا ایک قسم کی سیاسی وابستگی کا باعث بنتا ہو تو ایسے تعلقات اور روابط قائم کرنا حرام ہے۔اور اگر کوئی معاہدہ انجام پایا ہو تو وہ معاہدہ بھی باطل ہے۔معاہدوں کے بطلان کا حکم اس لئے ہے کہ بعض سیاسی حکمران ان معاہدں کے ساتھ خیانت کرتے ہیں و گرنہ اگر کوئی عقد تمام شرائط کے ساتھ انجام پایا ہو تو اس کے باطل ہونے کا کوئی حکم نہیں دے سکتا ہے۔

۲۔ قانون اہتمام بہ امور مسلمین

قانون اہتمام بہ امور مسلمین یعنی مسلمانوں کے امور کو حل کرنے کے لئے سعی و کوشش کرنا ہے۔معاشرے کی اخلاقی تعلیم و تربیت مسلمانوں کے اہم ترین امور میں سے ایک ہے، معاشرے کی اخلاقی تعلیم وتربیت میں اسلامی حکومت کی بے حسی یا ان کو اہمیت نہ دینے کا مطلب مسلمانوں اور اسلامی معاشرہ کے امور کو نظرانداز کرنا ہے جبکہ روایات کی روشنی میں معاشرے کی اخلاقی تعلیم وتربیت کو اہمیت نہ دینے والا اسلام کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے۔

پہلا نکتہ: روایت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسلمانوں کے امور کو اہمیت دینے کا حکم صحیح اور معتبر روایات میں بیان ہوئی ہے۔ جیسے «أَنَّ النَّبِيَّ (ص) قَالَ: مَنْ أَصْبَحَ لَا يَهْتَمُّ بِامور الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ».(کلینی، محمد بن یعقوب : «اصول کافی»، ج ۲، ص ۱۶۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمانوں کے امور کی فکر کئے بغیر صبح کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔« مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يُنَادِي يَا لَلْمُسْلِمِينَ فَلَمْ يُجِبه فَلَيْسَ بِمُسْلِم»(حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعہ، ج۲۸، ص، ۳۸۵.) اگر کوئی شخص مسلمانوں سے مخاطب ہو کر مدد کے لئے پکارے اور کوئی اس کی مدد نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

دوسرا نکتہ: اہتمام سے مراد

اہتمام سے مراد سعی و کوشش کرنا ہے۔ یہاں اہتمام سے مراد عملی طور پر مسلمانوں کے امور کو حل و فصل کرنے کے لئے کوشش کرنا ہے۔ فقط افسوس کرتے رہنا مراد نہیں ہے۔

تیسرا نکتہ: امور سے مراد

امور سے مراد کبھی لوگوں کے مشکلات، ضروریات اور مسائل بھی لیا گیا ہے۔ امور سے مراد اہم اور حساس معاملات ہیں نہ کہ ہر عام معاملہ جیسا کہ اہم مالی نقصان یا جان و مال کا نقصان وغیرہ۔

چوتھا نکتہ: قانون اہتمام اور معاشرے کی اخلاقی تربیت کے درمیان رابطہ

۱۔ معاشرے کی اخلاقی تعلیم و تربیت مسلمانوں کے اہم ترین امور میں سے ہے۔

۲۔ معاشرے کی تربیت کے لئے ابتدائی طور پر کچھ مقدمات اور زمینہ سازی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مربی اور تربیت کرنے والے واجد الشرائط افراد کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے مربی علم و معرفت رکھتا ہو۔

۳۔ معاشرے کی تربیت کے تمام شرائط معاشرے کے تمام افراد کے لئے میسر نہیں ہے۔

۴۔ یہ شرائط حاکم اسلامی کے پاس موجود ہوتے ہیں لہٰذا اسلامی حکمران معاشرے کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار ہے۔

قانون اہتمام امور مسلمین کے مطابق معاشرے کی اخلاقی تعلیم و تربیت میں اسلامی حکومت کی بے حسی کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے امور کو نظر انداز کر رہا ہے یا اہمیت نہیں دے رہا ہے۔ اور روایات کے مطابق ایسا شخص سچے مسلمانوں کے دائرے سے نکل کر منافقوں کی صف میں داخل ہو جاتا ہے۔ بعبارت دیگر مسلمانوں کے امور کو اہمیت دینا حکومت اسلامی پر لازم ہے جیسا کہ شیخ حر عاملی نے وجوب کا فتویٰ دیا ہے۔(بَابُ وُجُوبِ الِاهْتِمَامِ بِامور الْمُسْلِمِين)(حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعۃ ج۱۶؛ ص۳۳۶)

امام خمینی رہ فرماتے ہیں: جو لوگ اسلام سے مراد صرف کھانا کھانا، نماز پڑھنااور روزہ رکھنا سمجھتا ہے اور معاشرے کی مشکلات ،مسائل اور دیگر امور کو حل کرنے کی کوشش نہیں کرتا اسی طرح معاشرے کی تعلیم و تربیت کے لئے سعی و کوشش نہیں کرتا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت کے مطابق وہ مسلمان نہیں ہے۔ (خمینی، روح اللہ، صحیفہ نور ج ۱۵ ص ۵۰)

پانچواں نکتہ: مسلمانوں کے امور کے لئے اہتمام کرنا حاکم اسلامی کی ذمہ داری ہے۔

ہر چند مسلمانوں کے امور کے لئے اہمیت دینااور سعی و کوشش کرنا ایک عمومی فریضہ ہے لیکن کچھ عقلی و نقلی قرائن کے مطابق یہ ذمہ داری حاکم اسلامی کی ہے۔ کیونکہ معاشرے کی سیاسی، سماجی، تعلیمی، تربیتی، اور انتظامی راہنمائی کرنااور انہیں ایک ہی خط پر استوار کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور جو مسلمانوں کے ان اہم امور کو اہمیت نہ دیں تو وہ شخص مسلمان نہیں ہو سکتا ہے۔

۳۔ قانون عدالت:

اس قانون کی مطابق معاشرے میں عدالت قائم کرنا حکومت اسلامی کے اہم ذمہ داریوں میں سے ایک ہے۔ معاشرے کی اخلاقی تربیت نہ کرنا ایک قسم کی ظلم ہے اور جہاں بھی ظلم صدق آجائے وہاں عدالت قائم کرنااور ظلم کو ختم کرنا واجب ہے۔

نکتہ اول:

قانون عدالت ایک فقہی قاعدہ ہے جو آیات ،روایات ، عقل اور اجماع سے ماخوذ ہے۔ (شریعتی، روح اللہ، قواعد فقہ سیاسی، ۲۴۵)

نکتہ دوم:

اس قانون کے مطابق ہر شخص کے لئے عقلی، شرعی اور عرفی طور پر کچھ حقوق معین ہیں اوران حقوق کی پاسداری لازم اور واجب ہے۔

تیسرا نکتہ:

عدل سے مراد اعطاء کل ذی حق حقه (خوانساری، سید احمد، جامع المدارک ج ۴ ص ۲۷ ۴. طباطبایی، محمد حسین، المیزان ج ۱ ص ۲۷۱) ہر صاحب حق کو اپنا حق دینا عدل ہے۔ جبکہ ظلم سے مراد الظُّلْمُ وَضْع الشيء في غيرموضِعه (ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، ج ۱۲، ص: ۳۷۳) کسی شئی کو اپنے مقام پر رکھنے کے بجائے کسی اور مقام پر رکھنا ہے۔ بنابراین کسی کے حقوق کو ادا نہ کرنا جس طرح ظلم ہے اسی طرح کسی دوسرے کے حقوق کو تلف کرنا بھی ظلم ہے اور دوسروں کے حقوق کے لئے مناسب اقدامات نہ اٹھانا بھی ظلم ہے۔

چوتھا نکتہ :

قانون عدالت عام ہے یعنی جس طرح مادی امور کو شامل ہے اسی طرح معنوی امور کو بھی شامل ہوتا ہے۔اس قانون کے مطابق جس طرح مادی امور میں عدالت کی رعایت کرنا ضروری ہے اسی طرح معنوی امور میں بھی عدالت کی رعایت کرنا ضروری ہے(اکبریان، حسن علی، قاعدہ عدالت در فقہ امامیہ؛ ص۲۱۹)

پانچواں نکتہ : قانون عدالت اور معاشرے کی اخلاقی تربیت کے درمیان رابطہ

معاشرے کی اخلاقی تربیت معاشرے کے تمام افراد کے لئے ثابت ہے۔جیساکہ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں : « ولَكُمْ عَلَيّ حَقٌّ فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَيَ .... تَأْدِيبُكُمْ » تادیب سے مراد وہی تربیت ہے۔اگر معاشرے کی تربیت نہ کرے اور معاشرے کی ضروریات کو آج کے نسل کے لئے نہ سکھائے تو کل معاشرے کے لئے یہ افراد درد سر بن جائے گا کیونکہ یہ افراد گناہ اور فساد اخلاقی کی طرف نکل جائے گا لہذا عقل اور عرف کا حکم یہی ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کی تربیت کرے۔معاشرے کی ضروریات اور لوازمات کی تعلیم دیں۔بنابراین افراد کی تربیت ایک حق ہے۔عقل، عرف اور شرع کا حکم یہی ہے کہ اس حق کو بہتر طریقہ سے ادا کرے۔حکومت اسلامی پر لازم ہے کہ وہ ان حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے۔

چھٹا نکتہ :« إِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ» (نساء/۸۵)«فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ» ان آیات کے مطابق معاشرے میں عدالت کا قیام انبیاء الٰہی کے یقینی وظائف میں سے ہیں۔انبیاء الٰہی کے بعد یہ ذمہ داری حاکم اسلامی کے ذمہ پر ہے کہ وہ اسلامی معاشرے میں عدالت قائم کریں اور یہ ممکن نہیں جب تک معاشرے کی اخلاقی تعلیم وتربیت نہ کریں لہذا حاکم اسلامی پر معاشرے کی اخلاقی تعلیم وتربیت بھی واجب ہے۔

نتیجہ اور فقہی نکات :

آسمانی کتابوں میں کچھ مطالب اخلاقیات سے متعلق ہیں۔ اگر انسان کو اخلاقیات اور اخلاقی تعلیم وتربیت کی ضرورت نہ ہوتی یا اخلاقی تربیت کا انسان پر کوئی اثر نہ ہوتا تو ان تمام اخلاقی نصیحتوں کا آنا فضول اور بے فائدہ ہو جاتا جبکہ خداوند متعال حکیم و علیم ہے اور کوئی فضول اور بیہودہ کام انجام نہیں دیتا۔ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اخلاقی تعلیم وتربیت انسان کے لئے نہ فقط فائدہ مند ہے بلکہ انسان کو سعادت تک پہنچنے اور پہنچانے کے لئے نہایت ہی لازم اور ضروری ہے۔ انبیاء الٰہی کا ہدف بھی انسانوں کو سعادت کی طرف ہدایت کرنا ہے۔ انہوں نے بھی معاشرے میں اخلاقی اقدار کو فروغ دینے کے لئے کماحقہ سعی و کوشش کی ہے۔ لہٰذا اگر اخلاقی تربیت کا کوئی امکان نہ ہو تو رسول بھیجنا عبث اور بیہودہ کام ہے جبکہ خداوند متعال حکیم و علیم ہے۔

آیات، روایات، عقل اور قواعد عامہ فقہی کے مطابق اسلامی حکومت پر معاشرے کی اخلاقی تعلیم وتربیت کے لیے زمینہ فراہم کرنا لازم ہے۔

۱۔ اسلامی حکومت پر واجب ہے کہ وہ اخلاقی تربیت کے لئے زمینہ فراہم کریں۔

۲۔ اسلامی حکومت پر معاشرے کی اخلاقی تربیت کرنا واجب عینی، نفسی، تعیینی اور تسبیبی ہے۔

۳۔ اسلامی حکومت پر معاشرے کی اخلاقی تربیت کرنا واجب توصلی ہے اور اس کے لئے قصد قربت شرط نہیں ہے۔

۴۔ معاشرے کی اخلاقی تربیت کے لئے جو امور مقدمات کی حثییت رکھتی ہو ان تمام امور کو بھی انجام دینا اسلامی حکومت پر لازم ہے۔

۵۔ معاشرے کی اخلاقی تربیت کے لئے کچھ مہارتوں کا سیکھانا حاکم اسلامی کے لئے ضروری ہو تو ان مقدمات کو انجام دینا بھی حاکم اسلامی پر واجب ہے۔

۶۔ حکومت اسلامی پر صرف الزامی اخلاقیات کی تعلیم و تربیت واجب ہے۔

۷۔ اسلامی حکومت پر معاشرے کی اخلاقی تعلیم و تربیت واجب عینی ہے۔ اگرچہ دوسروں کے انجام دینے سے یہ ذمہ داری حکومت اسلامی سے ساقط ہو جاتی ہے۔

منابع :

قرآن کریم

نہج البلاغہ

۱. اسماعیل علی، خالد، القاموس المقارن لالفاظ القرآن الکریم، مؤسسہ البدیل للنشر والدراسات، الطبعۃ الاولی، بیروت، ۱۴۳۰.

۲. ابن سینا، حسین بن عبد اللہ، الاٰلہیات من کتاب الشفاء، تحقیق: حسن زادہ آملی، قم، مکتب الاعلام الاسلامی ۱۳۷۶.

۳. اردبیلی، احمد بن محمد، مجمع الفائدہ والبرہان فی شرح ارشاد الاذہان، دفتر تبلیغات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ ، قم، ایران، چ اول، ۱۴۰۳ھ.

۴. اعرافی، علیرضا، فقہ تربیتی، قم، مؤسسہ اشراق و عرفان، ۱۳۹۱.

۵. اعرافی، تربیت فرزند با رویکرد ی فقہی، تحقیق: سید نقی موسوی، قم، مؤسسہ اشراق،

۶. توماس ہابز، لویاتان ۱۳۹۸ مترجم: حسین بشیریہ، نشرنی،

۷. جوادی آملی، عبداللہ، ہدایت در قرآن، قم، انتشارات اسراء، چاپ دوم

۸. حاجی میرزایی، فرزاد در دانشنامہ قرآن و قرآن پژوہی، بہ کوشش بہ اء الدین خرمشاہی، تہران، دوستان- ناہید، ۱۳۷۷.

۹. حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعہ، قم، مؤسسہ آل البیت، اول، ۱۴۰۹.

۱۰. حرّانی، حسین بن شعبہ، تحف العقول، مؤسسہ الاعلمی، بیروت، ۱۳۹۴.

۱۱. حلی، نجم الدین، شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام (۱۴۰۹). تہران: انتشارات استقلال.

۱۲. خدادادی، محمد اسماعیل. مبانی علم سیاست، ناشر: یاقوت، تاریخ نشر ۱۴ :۱۳۹۰

۱۳. خراسانی ہروی، محمد کاظم، کفایۃ الاصول، مؤسسۃ آل البیت لاحیاء التراث، بی تا.

۱۴. خمینی، روح اللہ، البیع، چ اول، تہران، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی (رہ).

۱۵. خندان، محسن، تبلیغ اسلامی و دانش ارتباطات اجتماعی. تہران: و نشر سازمان تبلیغات (۱۳۷۴)

۱۶. خوانساری، سید احمد، جامع المدارک، (۱۳۵۵) تعلیق: علی اکبر غفاری، تہران: مکتبۃ الصدوق، چ. دوم.

۱۷. خوئی، ابوالقاسم، اجود التقریرات) تقریرات بحث محقق نائینی (مؤسسہ مطبوعات دینی، قم، ۱۳۶۹

۱۸. راغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات ف.ی غریب القرآن، بیروت، دار العلم الدار الشامیۃ، ۱۴۱۲.

۱۹. زبیدی واسطی، سید محمد بن م.رتضی، تاج العروس من جواہر القاموس، منشورات بیروت، دار مکتبۃ الحیاۃ، ۱۴۰۶.

۲۰. سیوطی، جلال الدین، الدر المنثور فی تفسیر المأثور، ناشر: کتابخانہ آیۃ اللہ مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۴.

۲۱. شیرازی، صدر الدین محمد، الاسفار الاربعہ، قم، ۱۳۷۸-۱۳۸۹

۲۲. طباطبایی، محمد حسین، المیزان، موسسۃ النشر الاسلامی، الطبعۃ السادسۃ، قم، ۱۴۲۱.
۲۳. طبرسی، فضل بن حسن، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، مکتبۃ العلمیۃ الاسلامیۃ، تہران، بی تا.
۲۴. طریحی، فخر الدین، مجمع البحرین، تہران، نشر مرتضوی، ۱۳۶۴.
۲۵. طوسی، محمد بن حسن، النہایہ فی مجرد الفقہ والفتاوی، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۳۹۰
۲۶. عاملی، زین الدین بن علی، الروضۃ البہیۃ فی شرح اللمعۃ الدمشقیۃ، قم، انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ قم، چاپ اول، ۱۴۱۲.
۲۷. عراقی، ضیاء الدین، مقالات الصول، ناشر: مجمع فکر اسلامی، قم ۱۴۲۰
۲۸. فاضل لنکرانی، اصول فقہ شیعہ، قم، انتشارات فیضیہ، سال ۱۳۷۷
۲۹. فراہیدی، خلیل ابن احمد، کتاب العین، قم، انتشارات ہجرت، ۱۴۱۰ق.
۳۰. فضل اللہ، محمد حسین، من وحی القرآن، دار الملاک، الطبعۃ الثانیۃ، بیروت، ۱۴۱۹ق.
۳۱. فیروزآبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۵ق.
۳۲. قرطبّی، محمد بن احمد، تفسیر قرطبّی، بیروت دار الفکر بی تا،
۳۳. قمی، شیخ عباس، سفینۃ البحار ومدینۃ الحکم والاثار تہران: کتابخانہ سنایی، ۱۳۶۳.
۳۴. کرکی، علی ابن حسین، رسالہ وجوب نماز جمعہ در عصر غیبت، (نسخہ خطی)،
۳۵. کلینی، ابو جعفر محمد بن یعقوب، الکافی، تہران، دار الکتب الاِسلامیۃ، چہارم، ۱۴۰۷ق.
۳۶. مصباح یزدی، محمد تقی، فلسفۂ اخلاق، ناشر: مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینی، ۱۳۹۴.
۳۷. مصطفوی، حسن، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، مؤسسۃ الطباعۃ والنشر وازرۃ الثقافۃ والارشاد الاسلامی، الطبعۃ الاولی، تہران، ۱۴۱۶ق.
۳۸. مکارم شیرازی، ناصر، انوار الاصول، مطبعۃ امیر المؤمنین، قم، الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۴ق.
۳۹. مکارم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۷۸.
۴۰. میرداماد، محمد باقر بن محمد، القبسات، محقق، مہدی، موسوی بہبہانی، ناشر دانشگاہ تہران، ۱۳۷۴ش چ. دوم
۴۱. نراقی، احمد، عوائد الایام، مکتبۃ بصیرتی، قم، چاپ سوم، ۱۴۰۸ق.،
۴۲. ہمت بناری، علی، تعامل فقہ وتربیت، قم، آموزشی وپژوہشی امام خمینی، اول، ۱۳۸۳.